اینجانب

خدا کی خدائی میں کیا ہو رہا ہے

عنقت سلامت ہو گیا ہے۔ جگہ جگہ مسرت کے اظہار ہو رہے ہیں۔ اور جشن منائے جا رہے ہیں۔ آجکل زمانہ کا رنگ اور سے اور ہے۔ خوشی بشاشت کا دور دورہ ہے۔ جدھر دیکھو آثار بہجت و طرب نمایاں۔ ہر فرد بشر شاداں اور فرحاں ہے۔ وجہ کیا کہ ایک تو بقرعید کے دن۔ دوسرے دربار کی چہل پہل۔ اللہ میاں کی قدرت ہی قدرت نظر آتی ہے کسی کو دم مارنے کی جگہ نہیں رہی۔ اور نہ کسی کو اپنے دولت گھسیٹ کاروبار سے فرصت ہو کسی کچی کچی جگہ میں دم مارے۔ ایجا منیوں کو دیکھئے کہ مبادلی برساتی حشرات الارض کی طرح دلی میں اتنی اسکیمیں پیدا ہوئی ہیں۔ کہ پھر لگ گئی۔ اور سیر ہیں بیچ کا نکلنا۔ آپ جانتے ہیں کیسا دشوار ہوتا ہے۔ کیا کسی نے عید بقرعید کے موقع پر عید گاہ کے میدان دن پر کی بہیڑ بہاڑ کو نہیں سمجھا۔ گر اب کے تو ہماری دلی کے حکام پولیس کی دور اندیشی انتظامی نے وہ سہولت پیدا کر دی تھی۔ کہ رہے نام سائیں کا۔ دونہ خلقت کے ہجوم سے کسی کا سر کسی کے سر سے ہو جاتا۔ اور جوتی تڑی تیری۔ میری۔ میری تیری۔

دربار کے جشن ہائے نے وہ قوت مقناطیسی پیدا کی ہے کہ اس کی وجہ کی آرزو میں ہندوستان بھر کے چھوٹے بڑے رئیسوں کو سب کو دکھا دی۔ دلی اور اس کے آس پاس کی زمین پر تو جشن بن رہی ہے اور پھر اس وقت کی عید تھی۔ اگلا ہر دلی نے بہن اٹھائی تو ابد وہ اون مٹی پر گوشت دلپست لٹا دیا۔ اس عہد سعادت مہد میں بادشاہی عہد کی ہر جگہ بنی تھی۔ کہ عید قربان پر عیدگاہ میں وہ مقناطیسی کشش ہوئی کہ ہم جیسے مردہ دلوں کے دل میں بھی گدگدی پیدا ہو گئی۔ اور اس خیال عام نے اور بھی دلکش شوق پر مٹی کا تیل ڈال دیا۔ کہ ہجوم عام میں شاید کسی جشن جان۔ لیلی نام سے گے سنا نصیب ہو جائے جس میں تو دید بازی میں تو وہ ہو کا ہی نہیں۔ لیکن سہ

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

کہ خضر از آب حیواں۔ تشنہ مے آرد سکندر را

کر وہاں صرف اللہ کا نام اور حج کا کلمہ ہی تھا۔

عید گاہ کے آس پاس ایک ہی گیلی گھائی سا دھوگر کی پھرتی نظر نہ آئی۔ جو بنی بانکے تانکے کی رتھ بہلیوں۔ تو یہ ہو پھوسے بچیوں نشہ در سواروں کی آڑ میں اپنے ہوا خواہوں کو جلکہ دکھاتی۔ اور آنکھ کے اندھوں۔ گانٹھ کے پوروں کو لبھاتی۔ حضت یا تو یہ ننگ سر ملاقہ سارے کا سارا اللہ میاں سے پھرا ہوا ہے۔ جیسے قفس رئیس۔ نہ آئے کے۔ نہ کہا لے کے نہ تین سو ساٹھ کے۔ یا شاید حفظ ما تقدم کے خیال سے کہ تماشائیوں میں جوتا نہ چل جائے۔ عیدگاہ ہی کو سلام کر۔ پاؤں توڑ بیٹھ رہی ہوں۔ پھر نہ ادھر کی رہی نہ ادھر کی سہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے رہے

اس بقرعید میں بی عیدن جان کے نکھار کا وہ عالم۔ کہ کیا کہیں۔ گویا شیدیوں کا دین و ایمان ہی ہو گئی تھیں۔ جب ان کو ریشمی پشواز پہنے۔ اس پرشنجرنی دو پٹہ اوڑھے ہوئے دیکھا۔ دغالبا یہ پوشاک کسی نئی پھنسے ہوئے کا نتیجہ ہو) تو لوگ بازار کے چکر کاٹ کاٹ کر قربان ہونے لگے۔ اور پاس جا نہ سکے کہ کس طرح جائیں وہاں اپنی تمنا لے کر

محفل یار تو خالی نہیں اغیار سے

اس عید پر رنڈیوں کی درگاہوں کی وہ شکل ہوئی کہ بی کے بیاگوں چھینکا ٹوٹ پڑا۔ یہ تماشی تتلیاں نہ نماز کی۔ نہ روزے کی۔ قربانی کرنے کو ہر وقت موجود۔ اس یاجوجی ماجوجی طائفہ کے جاتے ہوئے تمام ہرے ہرے رو کھیت سوکھ گئے۔ عیاشوں کے گھر کی دیواریں تو الگ رہیں۔ دلی کی فصیل تک باقی نہیں رہی۔ کوئی طلے یو بچیا نہیں کتنا ہی نیک چلن ہو۔ گر وہ یہ تو بغاک چاٹ کے کہا جاتا ہے۔ کہ چند ہی روز میں لنگوٹی باندھ کر جلیبیں بھرنے لگے پر اس کو مفلس کاٹ کا تو نباہ کے اپنا اوسیدہ کرتا ہے۔ بقرعید میں ان سے جو مال حرام ہاتھ لگا۔ بے غل و غش حلال کر لیا۔ کیسا کچولہا اوندھا ہو۔ ان کی پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں۔ ان کے دینے لینے میں کسی کو استخارہ کی ضرورت۔ نہ فتوے کی۔ گویا ان کی جھلک ان کے ہاتھ میں ہے جس طرح اسے نچائیں۔ ان کے ناچنے میں عذر نہیں۔ بقول شخصے خزانہ ریاست برباد۔ خانہ رنڈیاں آباد۔ سو دن تک بجائے جو بیٹا وہ بالس ہیتیا دنیوں کی ہو گی۔ کہ تو یہ ہی چلی ہے۔ آنے جانیوالوں میں سے ایک کو ہی کو رانز کیا

یاران ہم قالب

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

لاکھ تدبیر کرو، کروڑوں جتن سے کام لو، مگر بیش از قسمت اور قبل از وقت کچھ نہیں ملتا ؎

بے وقت کسی کو کچھ ملا ہے
پتہ کہیں حکم بن ہلا ہے

جب سے ہندوستان میں یہ مژدہ فرحت افزا مشہور ہوا ہے کہ ہمارے کرم گستر معدلت پناہ حضور پرنور شہنشاہ جارج پنجم دام اللہ سلطنتہ اپنے دیدار فرحت آثار سے اہل ہند کو مشرف فرمائیں گے تب سے ہم ہی کیا۔ ہر ایک متنفس جامہ میں پھولا نہیں سماتا۔ اور اس روز سعید کا بڑی بے صبری کے ساتھ اس مصرعے پر ؎

دو کا ہی چلے گا ستارہ قایم جو زمین و آسمان ہے

انتظار کئے ہوئے ہیں۔ کہ کب حضور پرنور کے ورود باجود سراپا مقصود کی دہلی میں خبر ملے۔ اور ہم وہاں پہونچ کے شرف زیارت ملازمان حضور سے بہرہ اندوز ہوں۔ جن کی قسمت میں لا تمام قدرت نے اس موقع سعید پر اس مبارک خوشی میں حصہ لینے کو نامزد کر دیا ہے۔ وہ ہی اس سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ ورنہ ہزاروں مر گئے اس جستجو میں۔ ہم کہاں اور دہلی کہاں گرہ میں دام نہیں۔ نوکری سے مفر نہیں۔ جائیں تو کیونکر اور بہانہ۔ پوری ہو تو کیونکر۔ یوں تو تقدیر نے رسائی اپنی دکھا دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ بقول شخصے کہ ؎

ہمارے جذب الفت کی دوا۔ تاثیر ہونے دو
اڑ جائیں گے پردے دیکھنا۔ خود اُن کے محل کے

چنانچہ حضور شاہ والا جاہ دام ملکہ کو انگلینڈ جیسے کالے کوسوں سے۔ کہ جہاں ہم تو ہم۔ ہمارا خیال بھی پہونچنا مشکل تھا۔ ہندوستان تشریف فرما ہونے کو آمادہ کر دیا۔ اب اللہ دعا در مقبول کرے کہ ان کے دیدار فیض آثار سے محروم اور بےنصیب نہ رہیں۔ آمین ؎

راقم۔ بیان تہراوی

ایک دلکش خواب

جزم ہستی کی رات۔ سراپا ظلمات گویا آب حیوان میں ہنائے چشمہ۔ ایکی میں غوطہ لگائے الامان۔ انسان کو اپنا ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ شش جہت میں ایک سناٹے کا عالم۔ کیوان کی دہاچوکڑی۔ سیاروں کا ادہم کبھی کبھی آگے "دو کے پہرہ والے چوکیداروں کی آہٹ اور ان کے کھڑاؤں کی کھٹکھٹاہٹ معلوم ہو جاتی تھی۔ بیت المقدس میں تھے۔ البتہ صرف تنہا ایک لیمپ جل رہا تھا جس کی گھسائی ہوئی بتی۔ دھیمی دھیمی روشنی تھی۔ ہارے ماندے کوفتہ مسافروں کی طرح راحت و آرام کی آرزو کے دل خوش کن خواب دیکھ رہی تھی۔ ٹمٹماتی ہوئی ہلکی ہلکی شعاعوں کے ساتھ ایک عجیب سمان تھا۔ ادہر کوئی غم نصیب اپنے کاروبار سے فراغت پا کر انگڑائیاں لیتا ہوا پلنگ پر لیٹا۔ کہ یکایک نیند نے آکر ستانا اور ہمیں دیکھا کہ کسی ستمگر کی طرح اٹکھیلیاں کر کے دل کو لبھا لیا۔ آخر آنکھ لگ گئی۔ اور عالم رویا کا پھاٹک پہاند کر ایک وسیع دنیا میں آ دیکھے تو دیکھتے ہیں کیا کہ ایک دلفریب حسن کی ہوش ربا پتلی۔ جمال کی مجسم صورت سندرتا کی موہنی مورت آگے آکے کھڑی ہو گئی جس کا جہان فریب سن اپنے جانستان اندازوں کے ساتھ دل پر جادو کا اثر کر گیا۔ لگا دل نے دست شوق سے چٹکیاں لیں۔ دفور اضطراب میں ہاتھ بڑھانا پڑا ہاتھ لمبا ہوتے ہی وہ دل آویز تصویر حسن و جمال اپنے تبسم آمیز ہونٹوں کی ایک ادا کے ساتھ دامن سنبھال کر پیچھے کے بعد کو ہٹ گئی۔ واللہ عالم کیا جی میں آیا کر یکبارگی کھل کھلا کے ہنس پڑی۔ بیت

ہنس پڑی دیکھ کے بس ناز سے وہ واے عباس
یاد اب تک ہے وہ انداز تبسم مجھ کو

ادہر ادہر جو نظر کی تو مکان کا ٹھاٹھ ہی بدلا ہوا نظر آیا۔ نہ پلنگ نہ مسہری نہ دیوار نہ لیمپ ہے۔ کیا ایک بسا ہوا پر فضا پھولا پھلا باغ ہے جس کی خوشبو سے معطر دماغ ہے۔ طرح طرح کے گل بوٹے لگے ہیں۔ مجھے ہر روش پر پھولوں سے لدے ہیں۔ کہیں بیلا ہے کہیں چنبیلی کہیں جوہی ہے کہیں گیندا۔ کسی طرف گل لالہ کا روشن چراغ ہے جل

چاندنی سے چاندی کا سا سماں بندھ رہا ہے۔ اور سبزہ و چمن نے عجب طرز میں
فرش مخملی بچھا رکھا ہے۔ جس نے ایک انوکھی آراستہ دکھا رکھی ہے
بلبل و چمل کے ترانے خوشنما ہیں۔ طیور کے ترانے دلربا ہیں۔ گلہائے
رنگا رنگ ہر طرح اپنا رنگ دکھا رہے ہیں۔ اشجار سبز و شاداب ہوا کے
جھونکوں سے لہلہاتے ہیں۔

لب ان ہی مقامات کا ایک عجیب نظارہ ہے جس سے وجد انگیز عالم آشکار
ہے۔ ہوا سے لہراتے ہوئے نرم نرم پتے نازک نازک باریک پھول۔ اور
ٹہنیوں کی شاخیں۔ ادھر ہی غضب ڈہا رہی ہیں۔ خدا جانے کیا کچھ یاد آیا کہیں
دل کو تھاما کہیں کلیجہ سنبھالا۔ ذرا تسکین ہوئی۔ تو ادہر جانب ادہر ادہر
دیکھنے لگے۔ اس پیاری صورت متعدد صورت کی تجلی جمال دلپسند جلوہ برق ہو کر
اس نماز سے کوندی کہ رفتہ رفتہ جسم۔ اور شکیب دل کی اجڑی بستی میں اور
بھی ہل چل پڑ گئی۔ یہ چل و چل۔ یہ جادہ جادہ۔ تمناؤں اور آرزوؤں
نے چاروں طرف سے ہجوم کر کے گھیر لیا۔ ایک طرف وہ حسن کی دیوی
بھی وجہ سے خراماں خراماں بے نیازی کے فرشان میں مصروف
گلگشت تھی۔ ادہر دل تو بہی پیچھے ہو تے۔ محل وسعت آباد دل وسعت امکان
سے باہر فراخیاں دکھلانے لگا۔ پاؤں شوق سے چند قدم چلے۔ اور ایک کر
اس فصل دو آفتابہ قیامت سے قریب ہو گئے۔ اور اس نازنین نازک اندام
کا ہاتھ میں ہاتھ لینا چاہا۔ مگر اس کی شوخ مزاجی نے پھر وہی ناز و انداز
کی بجلیاں گرائیں ؎ بیت

آنکھیں دوچار ہو گئیں۔ اس شوخ سے جہان
بجلی سی مین گر پڑی۔ مجھ بے حجاب کی

عجیب ادا میں۔ ہونٹوں پر شکر ریز تبسم۔ آنکھوں کی دزدیدہ نگاہی سے
کچھ پیار بھرے تبسم کے۔ دل لبھانے والے معشوقانہ انداز دکھلاتے جھک
کر کچھ کان میں کہا۔ اور چل نکلی۔ یہاں خانمان برباد دل نے اپنے اضطراب
اور شوق کی حالت میں خدا جانے دل میں کیا سمجھا۔ کہ سراپا شوق بن کر۔
دم بار سایہ کی طرح سے پیچھے ہو لیا۔

جذبات محبت و فوری ترقی کرتے جاتے تھے۔ اور ولولے شوق کے منٹ
منٹ بڑھتے جاتے تھے۔ مگر ستم ہی نازک اوا نسیم تن معشوقان بے وفا
کی نگاہ اور چال اور یہ رفتار بیجان یا دیکر کے ہم و رجا کے عالم میں آ رہے۔ مگر
اضطراب دل کے شدید ہو کرنے وہ بے اندازہ لی جو سیلے کشاں کشاں لے

جاتے تھے۔ اس حور وش۔ فرشتہ فریب نے بھی مڑ کے دیکھنے کی
کرا ہتسم کہائی تھی۔ اپنی اسی مستانہ روش۔ نازک ادائی خوش خرامی
کے ساتھ قدم اٹھاتے چلی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد جو سر اٹھا کر دیکھا
تو اس باغ رشک گلشن ارم کا خاتمہ نظر آیا۔ وہ میں ایک جگہ ستانی
میدان جس میں کوہ ہمالیہ ایسے پہاڑوں کا ایک بہت لمبا سلسلہ تھا
دکھائی دیا۔ جابجا سیاہ رنگ کی کالی کالی بلند اور سنگین چٹانیں
دور دراز وحشت کے مجمع پست کئے دیتی تھیں۔ مسافران منزل کے
پر آرزو دلوں کو اپنی گرانباری سے دبا دبا کر پامال کرنے لگتیں۔ سبزہ کا بود
باش مفقود۔ ویرانے کا عالم۔ صحرائی حالت پر خوف دہشتناک چاروں طرف
یہ منظر دیکھ کے دل گھبرا اور تھا سیماب اور دل نے سراسیمگی کی حالت میں۔
گھبرائی ہوئی پریشاں نگاہیں ہر طرف دوڑائیں اور بیٹھ گیا۔ وہ ہمت
اور استقلال کی مجسم صورت بلا کی مردانہ کار تھی۔ کہ اس کے دل پر ان عالم
پر خوف سناٹے ہوا کا ذرہ بھی احساس نہ ہوا۔ بار سے اسی انداز رفتار میں
یکبارگی اور پیچھے پھری۔ اپنی بلند اور چمکتی ہوئی پیشانی پر شکن حوالی
شکن ڈال کر میری طرف کرنکلی۔ اس کے چہرہ سے ناراضی اور خفگی کے
آثار نمایاں ہونے لگے۔

اس وقت اس کے گلابی اور نازک رخسار غضب اور غصہ کی فوری حرارت
سے تمتماتے ہوئے تھے۔ دیکھ کر ڈر گیا۔ قریب تھا کہ اپنی مایوسانہ حالت سے
چیخ کر بے ہوش ہو جاؤں۔ پھر اس نازک اندام نازنین نے پاس آ کے اپنے
تمام جذبات کو بڑی متانت سے دبایا۔ اور ایک دلربانہ گفتار میں کہنے لگی
او حرماں نصیب۔ او بے کس غریب۔ او بے سہارے کمزور انسان اپنے
ہوش میں آ۔ ہمت کر۔ اٹھ کھڑا ہو۔ دیکھ ہر چند یہ خوفناک منزل بہت
پرخطر ہے۔ بے چلے کسی طرح طے نہ ہوگی۔ تو اس مہیب منزلوں کو دیکھ کر
ہراساں نہ ہو دل کڑا کر۔ قدم بڑھا۔ یہ سارے سنگلاخ کوہسار
ناہموار چٹانیں ابھی طے ہوئی جاتی ہیں۔ بیت

مشکلے نیست۔ کہ آسان نشود
مرد باید۔ کہ ہراسان نشود

ورنہ یاد رکھ کہ یہیں سر ٹکرا کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دیدے گا۔ اور ساری
تیری کوشش اور محنت جو یہاں تک تو نے آنے میں کی ہے برباد ہو جائے گی
یہ کہہ کر اس نے اپنا گورا ہاتھ ایک پر تکلف شان و دلربائی کے ساتھ بڑھایا

اور ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ اور میرے ساتھ ہو لی۔ یہاں ابھی جی سنبھالے نہیں سنبھلتا تھا۔ چاہا کہ اس غارت گر دین و ایمان سے کچھ عرض حال کیا جائے کچھ اپنی کہیں۔ کچھ اس کی سنیں۔ لیکن رعب حسن نے مونہہ پر ایسی مہر سکوت لگا دی تھی کہ بات بھی مونہہ سے نہ نکلتی تھی آخر اسی حالت ہراس و یاس میں اس بلند اور دشوار گزار پہاڑ پر پہنچ گئے نگاہ اوٹھائی تو عجب عالم نظر آیا۔ پہاڑوں کی چوٹیوں کی خوشگوار ہوا۔ دم عیسوی کا کام کرتی تھی۔ دل میں سرور اور طبیعت میں سکون پیدا ہوا۔ لیکن افسوس کہ یہاں بھی دم لینے کی مہلت نہ ملی۔ اور خدا جانے اس طلسم حسن کی دلستان تصویر نے چپکے چپکے چاروں طرف دیکھ کے خود بخود کیا سوچا۔ کہ اپنی دلفریب صورت کو متین اور سنجیدہ بنا کر ہاتھ میں ہاتھ لئے چپ چاپ اس پہاڑ کے دوسری طرف اوترنا شروع کر دیا۔ پتھروں کے غیر موزون اور بڑی بڑی چٹانیں نہ راستہ کا پتہ۔ نہ منزل کی راہیں معلوم ہو سکتی تھیں۔ مگر چلتے چلاتے گرتے کھسکتے۔ بڑھتے بڑھاتے۔ اوترتے اوتراتے وہ من چلی پیاری نازنین ناہموار سنگلاخ منزل سے لے ہی نکلی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد اس نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے ٹھیری۔ اور کہا لے اب کسی قدر سستا لے ٭

یہاں ان تمام خطرات کا خاتمہ ہے۔ نہ یہاں ہولناک درندے ہیں اور نہ خوفناک جھاڑیاں۔ یہ ساری زمین میرے زیر نگین ہے جہاں آکر ہر ذی حیات کی پریشان زندگی۔ قدرت کی غیر متناہی مسرتوں سے بدل جاتی ہے۔ دیکھ تمام سر بفلک پہاڑ۔ اور چھوٹی چھوٹی ناہموار پہاڑیاں۔ اور حوصلہ فرسا سنگین چٹانیں جنہیں دیکھ کر بدحواس ہو جاتا تھا۔ ختم ہو گئی ہیں۔ اور اس وادی کے امن میں ہر طرف فرحت انگیز ہوائیں چل رہی ہیں۔ گویا یہ دنیا ہی اور ہے جہاں چرند۔ پرند اپنی پوری آسایش سے پہر رہے ہیں۔ مگر خبردار اس سے زیادہ دیر قابل قیام نہیں کیونکہ یہ وادی اگرچہ وادی امن ہے۔ مگر یہاں کبھی کبھی تم جیسے متوہم مزاج۔ پست ہمت انسان خود کو تمام مصائب سے دور سمجھ کر مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اور تکلیفات سے جان بر نہیں ہوسکتے۔ لینے جان بحق ہوتے ہیں۔

سلسلہ کلام یہیں تک تھا کہ اس پری وش مہ جبین نے ایک دلکش لوچ مجبوری کے ساتھ کھڑے ہو کر انگڑائی لی۔ بال جھاڑے۔ اس کے ... میں دل بے قرار نے جب نگاہ غور سے دیکھا۔ تو اس کے دونوں شانوں پر نہایت ہی لمبے لمبے اور خوشنما دو پر تھے۔ جنہیں وہ تول تول کر اڑنا چاہتی تھی۔

میرے پر حسرت دل نے کچھ شوق۔ کچھ یاس۔ کچھ حیرت۔ کچھ ... کی مجبور کرنے والی اندرونی طاقتوں سے بے چین ہو کے دامن پکڑ ... اور تمام اضطرابیوں کو کسی قدر متانت سے دبا کے یہ کہا اے ... پیاری نازنین تو نے ابھی تک اپنا پتہ مجھے کچھ نہ بتایا۔ سخت ستم ہے۔ حال معلوم کئے بغیر دامن چھوڑنے کا نہیں۔ آہ .... یہ ہی اس نازک اندام۔ مہ وش پری نے اپنی تمام دلفریب ادائیں ایک ہی وقت دکھا دیں اور پہلے انداز تبسم سے محبت بھری نگاہ ڈال کہنے لگی۔ افسوس اے عالم ہستی کے بے خبر ذرے۔ اور قدم قدم پر ڈرنے والے ضعیف الخیال بشر تو نے ابھی تک مجھے نہیں پہچانا۔ دیکھ میں کون اور کس میں کائنات کی روح۔ موجودات کی جان۔ عالم ... برزخ۔ اسرار کی مونس۔ غربا کی ہمدرد۔ سب کی رفیق اور مخلوق کی ... ہوں۔ دیکھ! میں ڈوبتوں کو سہارا۔ گرتوں کو ٹیکا۔ غم نصیبوں کو مرہم افسردہ دلوں کو راحت۔ عشاق کو عشرت۔ اور گنہگاروں کو رحمت ملتی ہوں۔ تمام دنیا کی آرزوئیں میرے دم سے وابستہ ہیں۔ لوگ ... نصیبی۔ فرخندہ بختی۔ اور طرح طرح کے مختلف ناموں سے مجھے پکارتے ہیں۔ لیکن میرا سچا۔ اور پیارا نام اُمید ہے۔ ہمت میرا حسن۔ اور استقلال میری زینت ہے۔ پریشانوں کے پاس اپنے پر دراز کیے اوڑتی جاتی ہوں۔ اور ان کی مشکلات ہستی میں اسیطرح ... مدد کرتی ہوں۔ تجھے رہنمائی کرنے آئی تھی۔ لے اب میدان مصائب ... خبردار رہو۔ تیری منزل مقصود یہاں سے دو قدم کی راہ ہے۔ اور ... ہمت کا فاصلہ ہے

بس یہ کہتے ہی وہ حور لقا۔ پری پیکر یک بیک غائب ہو گئی۔ ... اچانک جو اس ماہ وش۔ پری پیکر کی مہاجرت کی ہیبت گذری ... پھڑ پھڑی۔ آنکھیں کھل گئیں ٭

س اقتدر عباس۔ از سہی۔ ضلع اعظم گڈھ